قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝

حضرت سید احمد شہید قدس سرہٗ

کی

تقریر دلپذیر

انوار الصلوٰۃ

کے

پانچ سبق

جن میں خشوع و خضوع والی نماز پڑھنے کی ترکیب بیان کی گئی ہے

مع طریقۂ تلاوت قرآن مجید

مُرتّبہ

محمد اقبال مدینہ منورہ

مکتبۃ الشیخ

۳/۳۶۷ - بہادر آباد - کراچی ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَنْوَارُ الصَّلٰوۃ

مُرَتَّبَہ

حَضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ

حضرت جناب **آفتاب احمد** (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکتبہ اقبالیہ

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

۱۳ شوال ۱۴۴۳

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱		
۲	مقدمہ از مرتب	۳
۳	نورِ اوّل	۶
۴	نورِ دوم	۷
۵	نورِ سوم	۷
۶	نورِ چہارم	۸
۷	نورِ پنجم	۹
۸	سبق اوّل	۱۰
۹	سبق دوم	۱۷
۱۰	سبق سوم	۲۱
۱۱	سبق چہارم	۲۳
۱۲	سبق پنجم	۲۸
۱۳	نمازِ حقیقی کے حصول میں کامیابی کی علامات	۳۱
۱۴	سورۃ فاتحہ	۳۳
۱۵	سالکین کی باطنی ترقی کے لیے طریقۂ تلاوت	۴۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ہ

مقدمہ از مرتب

○ سلوک وتصوف اور ذکر وشغل کے طریق کو اختیار کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نسبتِ باطنی کا حصول ہے، جس کا مطلب اللہ تعالیٰ سے خصوصی، حُبّی تعلق کا ہونا ہے جس سے ہر حال اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا حاضر وناظر ہونے کے وجدان کی وجہ سے اپنی ہر حرکت اور سکون میں اس کی رضا کا لحاظ رکھنا یعنی پوری زندگی کا ہر لمحہ شریعت کے مطابق ہوجاتا ہے کیونکہ شریعت حقّہ میزانِ رضائے الٰہی ہے۔ مختصر یہ کہ نسبت کا مطلب دوامِ ذکر اور دوامِ طاعت ہے اور تمام طاعات میں سب سے مہتم بالشان طاعت نماز ہے، جس کا اثر تمام برائیوں سے بچانا اور زندگی کے ہر شعبہ کو عبادت بنادینا ہے جس کی تفصیل قرآن واحادیث میں آئی ہے، اسی لیے روزِ محشر میں سب سے اول نماز ہی کا حساب ہوگا۔

○ نماز کے فضائل اور اہمیت علماء اور مشائخ ہمیشہ سے تحریر فرماتے چلے آئے ہیں، اور اس میں ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک رسالہ "فضائل نماز" بہت ہی مبارک اور مؤثر ہے۔ اور نماز کے ظاہری مسائل کتب فقہ میں درج ہیں، اور مختصر طور پر اردو میں رسالہ "تعلیم الاسلام"

اور "بھشتی زیور" میں تمام ضروری مسائل کا بیان ہے

○ لیکن قرآن وسنّت میں اس کی بھی وضاحت ہے کہ نماز کے تمام فضائل اور زندگی پر اس کا اثر، حقیقی نماز یعنی بار دح اور خشوع وخضوع والی نماز سے حاصل ہوتا ہے جس میں احسان کی کیفیت یعنی ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ کا منظر ہو۔

○ اور غفلت والی نماز کے لیے تو قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے :۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾	بیشک کامیابی اور فلاح کو پہنچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

○ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت علم کے دنیا سے اُٹھ جانے کا وقت (منکشف ہوا) ہے۔ حضرت زیادؓ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! علم ہم سے کس طرح اُٹھ جائے گا؟ ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں (اور وہ اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور سلسلہ چلتا رہے گا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو تجھے بڑا سمجھدار خیال کرتا تھا، یہ یہود ونصاریٰ بھی تو توراۃ، انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں، پھر کیا کارآمد ہوا۔

○ ابو درداء رضی اللہ عنہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے جاکر یہ قصہ سُنایا، انہوں نے فرمایا کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سچ کہتے ہیں اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اُٹھے گی؟ سب سے پہلے نماز کا خشوع اُٹھ جائے گا، تو دیکھے گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔

○ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار کہلاتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خشوع اُٹھایا جائے گا۔

○ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ خشوع کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ خشوع دِل میں ہوتا ہے۔

○ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔

○ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں میں داڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے، ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضاء میں سکون ہوتا۔ (فضائل نماز)

○ خشوع کے متعلق آگے اس رسالے میں پوری وضاحت انشاء اللہ آرہی ہے اور یہ بات بھی کہ حقیقی خشوع یعنی دل کا خشوع کچھ ذکر وشغل کرنے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے، ورنہ تو اگر نمازی کے دل میں خشوع نہ ہو اور ظاہر میں سکون ہو تو حدیث پاک میں اس منافقانہ خشوع سے پناہ مانگنا آیا ہے۔

○ اور دوسری جگہ بے خبری سے نماز پڑھنے والوں کے متعلق ارشاد ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ	بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، جو ایسے ہیں کہ دکھلاوا کرتے ہیں۔

○ لہٰذا حضرات عارفینؒ[1] نے با روح نماز پڑھنے کے طریقے بھی بیان فرمائے

[1] مثلاً سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ العزیز نے "ضیاء القلوب" میں اور حضرت امام غزالی قدس سرہٗ العزیز نے "تبلیغ دین" میں بھی طریقہ لکھا ہے۔ اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی کتاب "فضائل نمازؒ" کا تیسرا باب۔

ہیں، جن میں ایک بہت ہی مُبارک اور مؤثر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریر ہے جو عرصہ ہوا "انوار الصّلوٰۃ" کے نام سے طبع ہوکر اب نایاب ہوچکی ہے، اسکو دیکھکر خود بندہ کا اور دیگر احباب کا تقاضا ہوا کر اس کو دوبارہ طبع کرایا جائے کہ اس مختصر رسالہ کو جس نے بھی پڑھا بے اختیار عش عش کر اٹھا کہ سبحان اللہ کیا نماز ہے کیا حال ہے، قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ کی پوری مثال ہے۔

○ اور اس کے مطالعہ سے ہر نمازی کو کچھ فائدہ ضرور ہوتا ہے لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ محض مطالعہ سے ہر کوئی خود ایسی نماز ادا کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا جب تک کہ کسی خاص ترتیب سے اسکی مشق نہ کرے، کیونکہ سعادتوں کے حصول میں عادت اللہ اس طرح جاری ہے کہ کسب اور محنت کرنی پڑتی ہے پھر اس پر عطا وہبی طور پر ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رحمت اگرچہ کسی علت و سبب کی محتاج نہیں : یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔

○ لیکن اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ؛ بھی فرمانِ الٰہی ہے۔

○ لہٰذا ہم حضرت سید صاحب قدس سرہٗ العزیز کی تقریر دلپذیر کو دل میں جمانے اور عمل میں لانے کے لیے درج ذیل پانچ اسباق کے طور پر تحریر کرتے ہیں۔ اصل تقریر کے الفاظ کو خط کشیدہ کیا گیا ہے اور عمل میں لانے کی ترتیب بطور فوائد درج ہوگی۔

○ حضرتؒ کے ارشادات کو پڑھنے سے پہلے مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھا جائے جن کو ہم نور سے تعبیر کریں گے۔

نورِ اوّل

اس مشق کا فائدہ صرف انہی سالکین کو ہوگا کہ جو ذکر وشغل کے طریق کو باضابطہ اختیار کرچکے ہیں اور انکو کسی درجہ میں ملکہ یادداشت حاصل ہوچکا ہو، اب وہ اس ملکہ سے اپنی نماز کو

کو بارو ح بنا سکتے ہیں اور نماز کے ذریعے سے وہ اپنے باطنی مدارج میں بہت ترقی کرسکتے ہیں جو طریق نبوت سے ترقی کرنے کے مختلف ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ ہے، ورنہ بے روح نماز تو نہ طریقِ ولایت میں مؤثر ہے اور نہ طریقِ نبوت میں معتبر ہے۔ یہی حال طریقِ نبوت کے دوسرے اعمال مثلاً تلاوتِ قرآن پاک، جہاد، تبلیغ وغیرہ کا ہے، اور جو حضرات اِن اعمال میں رُوح پیدا کرکے ترقی مدارج کے خواہاں ہوں انکے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے ذکر و شغل کے طریق کو اختیار کرکے اپنے قلب کی اصلاح کریں کیونکہ اعمال کے بارو ح ہونے کا مدار قلب کی اصلاح پر ہے جو کسی شیخ کامل کی تربیت اور نگرانی میں ذکر و شغل اختیار کرنے سے ہی ہوتی ہے، چنانچہ یہ مضمون سینکڑوں احادیث میں ہے، جیسے لِکُلِّ شَیۡءٍ صِقَالَۃٌ وَصِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ۔

○ یہاں ایک مغالطہ عام طور پر پایا جاتا ہے کہ بعض احباب قلب کی اصلاح کیلئے ذکر اللہ کے بجائے ظاہر اعمال کی اصلاح پر زور دیتے ہیں، حالانکہ فرائض کے علاوہ پہلے قلب کی اصلاح کا فکر ضروری ہے کیونکہ حدیث پاک میں قلب کی اصلاح کو اعمال کی اصلاح کا ذریعہ فرمایا گیا ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: ان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہٗ۔ (الحدیث)

نورِ دوم نماز سیکھنے میں جو کوشش اور مجاہدہ کرنا ہوگا اِس میں نیت کو خالص کرکے کہ میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے تعمیلِ حکم میں اپنی نماز میں کمال پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، دیگر کوئی بات محویت واستغراق وغیرہ مقصد نہ ہو۔

نورِ سوم خشوع وخضوع اور حضورِ قلب والی نماز ہی بارو ح ہے مگر خشوع اور حضور سے مراد اختیاری خشوع ہے یعنی نماز کے فرائض، واجبات، سُنن اور مستحبات کی ادائیگی کا اطمینان اور ہوش سے اہتمام کرنا

اور دل کو قصداً کسی دوسری طرف متوجہ نہ کرتا ہے، اگر خود بخود دنیاوی خیال آجائے بلکہ بے شمار وساوس بھی آئیں لیکن نمازی اپنے قصد سے آگے آنے والے اسباق میں مشغول رہے تو یہ حالت نماز کے باروح ہونے کے منافی نہیں ایسی حالت میں لذتِ محویّت میں کمی اور مجاہدہ میں زیادتی ہونا ایک تو اجر میں زیادتی کا باعث ہوگا، دوسرا طبعی طور پر اپنی نماز کو ناقص سمجھتا رہے گا جس کی وجہ سے عُجب سے حفاظت رہے گی، اگر ساری عمر بھی یہی حالت رہے تو مقصدِ اصلی رضائے الٰہی میں پورا کامیاب ہے اگرچہ عام طور پر یہ مجاہدہ جلد ہی ختم ہو جاتا ہے اور محبوب کے ساتھ یکسوئی سے سرگوشی کی لذت نصیب ہو جاتی ہے ؎

محبت انتہا میں مشکلیں آسان کرتی ہے
مگر اس فتنہ گر کی ابتدا مشکل سے ہوتی ہے

نورِ چہارم اس عظیم دولت کا ایک درجہ اس کے اہل یعنی ذاکر و شاغل سالک کو انشاء اللہ بتوفیقِ الٰہی پانچ اسباق پورے کرنے کے بعد حاصل ہو جائے گا، پھر اس میں ساری عمر ترقی کرتا رہے مگر پہلے ایک چلّہ ان اسباق کا خصوصی اہتمام کرے تاکہ استقامت اور پختگی حاصل ہو، ان چالیس روز میں اسکی بھی کوشش کرے کہ کسی نماز کی تکبیرِ اولیٰ فوت نہ ہو تاکہ نفاق سے برأت حاصل ہو جائے، غفلت والی نماز پڑھنا منافقت کا ایک اثر ہے۔

○ اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص چالیس روز اس طرح نماز پڑھے کہ شروع میں امام کے ساتھ شریک ہو اور نماز شروع کرنے کی تکبیر جب امام کہے تو اسی وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے تو وہ شخص نہ تو جہنم میں داخل ہوگا اور نہ منافقوں میں داخل ہوگا۔

○ منافق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر کریں، لیکن دل میں کفر رکھتے

ہوں، اور چالیس دن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیر میں چالیس دن کو خاص دخل ہے چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیس دن تک نطفہ رہنا، پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن تک اسی طرح چالیس چالیس دن میں اس کا تغیر ذکر فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے صوفیائے کے یہاں چلہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی برسوں بھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوتی۔ (فضائل نماز)

نورِ پنجم پانچ اسباق کا نصاب اور مشق کا چلہ پورا کر لینے کے بعد اس کوشش میں کامیابی کی علامت یہ ہے کہ عظمتِ الٰہی جلّ شانہٗ کے پیشِ نظر اپنی اس حاضری میں یعنی نماز میں بے حد کوتاہی کرنے والا بڑا مجرم سمجھتے ہوئے اپنے اوپر کریم آقا کی مہربانی کا مشاہدہ کرے کہ نماز میں میری بے ادبی اور گندگی کے باوجود میری حاضری کو قبول فرمالیا ہے کہ بار بار حاضری کی توفیق دے رکھی ہے اسکا شکر کرے، اگر خدانخواستہ حالت اس کے برعکس ہو کر اب اپنے کو کامل اور باروح نماز پڑھنے والا خیال کرے، چاہے یہ خیال شکر ہی کے رنگ میں آئے کہ الحمدللہ مجھے اچھی اور کامل نماز کی توفیق ہو گئی ہے تو خوب سمجھ لے کہ وہ اپنی کوشش میں پوری طرح سے ناکام ہے، جہل مرکب میں مبتلا ہے وہ اس دولت کا اہل نہیں، پہلے ذکر و شغل سے قلب کو صاف کرنے میں مشغول ہو، پھر حقیقتِ نماز کے حاصل کرنے کی مشق کرے، قرآن پاک میں ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَ ذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى پہلے ذکر پھر نماز۔

نوٹ: چوکھٹے کے اندر والی عبارت حضرت سید صاحبؒ کی اصل تقریر ہے۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبق اوّل

بعد حمد و صلوٰۃ متعلق بہ حقیقت صلوٰۃ

○ الٰہی شکر تیرے احسان کا کہ تو نے ہمارے دِل کو روشن اور زبان کو گویا کیا اور ایسے نبی مقبول کو خلق اللہ کی ہدایت کے واسطے بھیجا کہ جسکی ادنیٰ شفاعت سے دونوں جہان کی نعمت پادیں اور اسکی رہنمائی سے عرفان کی لذّت اُٹھادیں ، پس درود اس نبیؐ مختار اور اس کے آلِ اطہارؑ اور اصحابِؓ کبار پر ہوجیو کہ جس نے بشر کو ضلالت اور گمراہی سے باز رکھا اور علماء فضلاء کو زیور علم و دانش سے آراستہ کیا، پیچھے خدا اور نعمتِ رسولؐ کے اربابِ دانش پر ظاہر ہوجیو کہ مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے رب کو پہچانے اور اسکی صفات جانے اور اسکے حکم کو معلوم کرے اور مرضی نامرضی اسکی تحقیق کرے کہ بغیر اسکے بندگی نہیں اور جو بندگی بجا نہ لاوے بندہ نہیں اور بڑی بندگی نماز ہے کہ بدون اسکے کوئی بندگی قبول نہیں کیونکہ سرا سب بندگیوں اور بُرے کاموں سے بچنے کا یہی ہے، اور اس نماز سے کوئی غافل نہیں، نہ درخت نہ عمارات نہ پرند نہ حیوانات نہ حشرات نہ زمین نہ پہاڑ نہ ستارہ نہ آسمان نہ ارواح نہ فرشتے۔ جیسے کہ نماز درخت اور عمارات کی قیام ہے، اور پرند اور حیوانات کی رکوع اور تمام حشرات کی

سجود اور زمین اور پہاڑ کی قعود اور ستاروں اور آسمان کی حرکت اور ارتفاع اور فرشتوں کی طہارت اور تسبیح اور کلمۂ شہادت اور تلاوتِ قرآن اور دعا اور اس انسان کو کہ خاص چیلا سرکاری ہے، ساری خوبیاں تھوڑے عرصہ میں مرحمت فرمائیں اور خلیفہ کر کے سب پر اس کو حکم دیا۔ جس نے فرمانبرداری کی اور حکم بجالایا اور اس کا منصب قائم رہا اور بہشتی ہوا اور جس نے نافرمانی کی اور اس پر قائم رہا، وہ بے منصب ہوا اور اُلٹے پاؤں دوزخ میں گرا، اور جاننا چاہیئے کہ جو کوئی نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے اس کو ثواب ایسا ملتا ہے جیسا زکوٰۃ اور حج اور روزے اور جہاد کا اس طرح کہ خرچ پانی اور کپڑے کا خدا کی بندگی کے واسطے کرے بجائے زکوٰۃ کے ہے اور رُخ ہونا طرف کعبے کے حج ہے، تکبیر تحریمہ بجائے احرام کے اور منہ طرف قبلہ کے کرنا بجائے طواف کے اور کھڑا ہونا بجائے وقوفِ عرفات کے اور رکوع اور سجود اور رکعتیں مانند دوڑنے درمیان صفا مروہ کے اور موقوف کرنا کھانا پینا بجائے روزے کے ہے، اس لیے کہ صوم بند کرنا نفس کا ہے اور بند کرنے سے نفس کے ایک ساعت بھی اسکی خواہشوں سے ایک صورت صوم کی ہو جاتی ہے بلکہ بہ نسبت روزے کے ایک طور سے زیادہ بند کرنا ہے اس واسطے کہ توجہ ظاہری اور باطنی طرف غیر کے کرنا نہیں چاہیئے، اور دفع کرنا شیطان کا اور مشقت میں ڈالنا نفس کا اسکی سنتوں کے اوقات میں نماز اس کے واسطے جہاد ہے۔ لیکن نماز میں دل کی حضوری[1] دل کی شرط ہے کہ بدون اس کے نماز پوری نہیں لکھی جاتی بلکہ کبھی آدھی کبھی تہائی یا چوتھائی یا پانچواں حصہ یا چھٹا یا ساتواں یا آٹھواں

[1] حضوری کی تشریح آگے فوائد میں بھی درج ہے۔

یا نواں یا دسواں، اسی واسطے ہے کہ ہر رکن نماز میں اتنا ٹھہرے کہ کوئی لحظہ حضوری میسّر ہو اور حضوری کئی طرح پر ہے۔ایک یہ کہ مضمون ہر رکن کا خیال کرے اور آپ کو سامنے اپنے رب کے جانے اور اس کو متوجہ حال اپنے کا سمجھے اور جون سی سورت پڑھے مضمون اسی سورت کا خیال کرے، اگر مقام عتاب اور غصّے کا ہے خوف کرے اور پناہ چاہے، اور جو مقام رحمت اور عنایت کا ہے، اس کو خدا سے طلب کرے اور سوا اس کے اور بھی باتیں ہیں کہ وے واسطے خاص کے ہیں نہ واسطے عام کے اور حضوری بغیر تاثیر دل کے میسّر نہیں اور تاثیر دل کی بدون دانست معانی الفاظ کے حاصل نہیں، اسی واسطے جو کچھ نماز میں ہے معنی اس کے ہندی زبان میں محاورے کے موافق لکھے ہیں۔اکثر غریب لوگ جو ان معنوں سے مطلق بے خبر ہیں سمجھ کے حضور دل سے نماز گذاریں اور بہت سی حلاوت پاویں، اور ایک فائدہ اور ہے اگر معنی الفاظ کے جانیں تو سب برے کاموں سے کہ جن سے نقصان ایمان کا ہے بچیں اور معلوم کریں کہ جو اقرار اپنے رب کے سامنے کیا ہے اُسی پر قائم رہیں اور ہر ایک طالب ایمان کو لائق ہے کہ حقیقت نماز کی اس طور پر جانے کہ حضرت حق نے مجھ کو تمام پیدائش میں بہتر پیدا کرکے بڑی تاکید سے واسطے حاضر ہونے دربار کے پانچ وقت اذن مطلق دیا ہے۔اور محتاج آورکے اذن کا اور احسان مند کسی دربان یا نقیب کا نہیں کیا اور غیر حاضری پر وعدہ سخت عذاب کا فرمایا، اور جاننا چاہیئے کہ ایسی نعمت غفلت سے محروم رہنا اور وعدہ سخت عذاب کا سر پر لینا بڑی نادانی اور کمینہ پن ہے پس اسی طرح عظمت نماز کی خوب سمجھ کر تمام آداب کہ لائق قبولیت بارگاہ بادشاہ حقیقی کے ہو ویں بجا لاویں پہلے طہارت اور پاکیزگی کرے یعنی وضو کرے اور جو حاجت نہانے کی ہو غسل کرے، جیسا کہ کوئی جب بادشاہ کے دربار کے جانے کا ارادہ کرتا ہے پہلے

حمام کرتا ہے پھر کپڑے پہن کے جاتا ہے۔

حضرتؒ کے اِس بیان میں چار باتیں ہیں :-

اوّل نماز کی اہمیت جس کو بار بار پڑھکر دل میں بٹھانا ہے اور جس کیلئے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "فضائل نماز" کا مطالعہ بھی مفید ہے۔

دوم سب سے پہلے اس کو دل میں بار بار سوچے کہ نماز کا حکم میرے اوپر کوئی بوجھ یا تاوان نہیں ہے بلکہ بہت بڑی نعمت اور احسان ہے جس کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا کہ اللہ جل شانہٗ نے مجھ ذرّہ بے مقدار کو پہلے اشرف المخلوقات بنایا پھر اپنے دربار میں روزانہ پانچ بار عرض معروض کرنے اور اپنی حاجات پیش کرنے کے لیے حاضری کی بڑی تاکید فرمائی اور جب جی چاہے نفلوں میں حاضری کا اذنِ عام دیا اور اس حاضری میں کسی سفارشی اور دربان کا احسان مند نہیں بنایا، اور میری طبعی سُستی، جہالت اور خواہشاتِ نفسانی کے غلبہ وغیرہ سے جو غیر حاضر ہو کر محرومی کا سبب بن سکتا تھا۔ اس سے بچانے کے لیے سخت وعیدوں اور عذاب کا اعلان فرمایا۔ اب مجھے جان لینا چاہئیے کہ ایسی نعمتِ عظمیٰ اور محبوب حقیقی کے کرم سے محروم رہ کر اپنے محسن وخالق ومالک اور دنیا آخرت کے چارہ ساز کو ناراض کر کے سخت عذاب کا مول لینا بڑی نادانی اور کمینہ پن ہے۔

سوم نماز میں دل کی حضوری جس کے حصول کا طریقہ تو بیان میں واضح ہے کہ کوشش کی جائے کہ نماز کے ہر رکن میں کم از کم کوئی لحظہ ضرور حضوری کا میسّر آجائے۔ اس حضوری کی وضاحت میں جو امور حضرت سیّد صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائے ہیں مثلاً اپنے آپ کو اپنے رب کے سامنے جانے اور رب کریم کو اپنے حال پر متوجہ سمجھے، جو کچھ زبان سے پڑھ رہا ہے اس کے معنیٰ کو جانے۔ اگر مضمون اللہ کریم کے غصہ و عتاب کا ہو تو دل ہی دل میں خوف کرے اور پناہ چاہے اور جو مقام رحمت اور عنایت کا ہو تو دل ہی دل میں اس کے حصول کی تمنا اور آرزو کرے اور نفلوں میں مشق کے دوران چاہے اس کیفیت کے حصول کے لیے آیات کو بار بار پڑھا پڑھے۔

چہارم یہ کہ نماز کی عظمت کو خوب سمجھنے کے بعد تمام آداب کہ بادشاہ حقیقی کی قبولیت کے لائق ہیں، انکو بجالائے۔ ان آداب میں اوّل درجہ میں طہارت اور پاکیزگی، اور دوسرا نماز کا طریقہ یعنی وضو اور نماز کے فقہی مسائل جو رسالہ "تعلیم الاسلام" وغیرہ میں بیان کیے گئے ہیں، اگر نہ معلوم ہوں تو پہلے انکو سیکھ لے خواہ جتنے دن اس میں لگ جائیں تاکہ نماز وضو کے تمام فرائض، واجبات، سُنن، مستحبات اور مفسدات و مکروہات خوب پہچان لے تاکہ اسی درجہ میں اُنکو ملحوظ رکھے، یہ باتیں تو سلوک اختیار کرنے سے پہلے سیکھنی ضروری ہیں، ہم نے احتیاطاً اس لیے لکھ دیا کہ بعض ذاکر شاغل حضرات کو اس کی طرف خصوصی توجہ نہیں ہوتی۔

○ ان ہی مذکورہ بالا فرائض، واجبات، سُنن، مُستحبات کا نماز کے ہر رُکن میں دھیان رکھنا نماز میں دِل کی حضوری کہلاتی ہے جسکی اہمیت حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے، اور نماز میں حضور قلب کا یہی مطلب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ مکتوب بنام حضرت میر محب اللہ خلیفہ خاص حضرت مجدد صاحبؒ بعد حمد و صلوٰۃ تحریر فرماتے ہیں :۔

○ "جاننا چاہیئے خدا تم کو سیدھا راستہ دکھائے کہ نماز کا مکمل ہونا اور اس کا کمال فقیر کے نزدیک اس کے فرائض و واجبات اور سُنن و مستحبّات کا ادا کرنا ہے جس کو کتب فقہ میں تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے، ان چار اُمور کے علاوہ اور کوئی امر ایسا نہیں ہے جس کو نماز کی تکمیل میں کوئی دخل ہو، خشوع انہی چاروں امور میں مندرج اور خضوع اُنہی اُمور سے وابستہ ہے"۔

آگے چل کے لکھتے ہیں :-

○ "لا صلوٰۃ الا بحضور القلب میں حضور قلب سے مراد امور مذکورہ چہارگانہ میں حضورِ قلب ہے، یعنی دل کی توجہ اور خیال کے ساتھ نماز کے تمام فرائض و واجبات، سُنن و مستحبات کا ادا کرنا تاکہ کوئی کوتاہی ان امور میں نہ ہونے پائے، اس کے علاوہ اور کوئی حضورِ قلب فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا"۔

○ نماز کا کمال انہی امور کی کماحقہ، ادائیگی ہے کہ یہی نماز ہے، جو لوگ اس کے علاوہ کسی اور چیز محویت وغیرہ سے نماز کا کمال چاہتے ہیں وہ کمالِ نماز کو غیر نماز سے تلاش کرتے ہیں۔ مگر ان مذکورہ امور کا دل کی توجہ اور خیال کے ساتھ ادا ہو جانا غافل قلب کے ساتھ اور قلبی خشوع کے بغیر ممکن نہیں اور قلبی خشوع قلب کے ذکر سے متاثر ہوئے بغیر ممکن نہیں اور قلبی خشوع قلب کے ذکر سے متاثر ہوئے بغیر ممکن نہیں، جیسا کہ پیچھے بھی بیان کیا گیا کہ اس طرح نماز پڑھنے میں پوری کامیابی انہیں کو حاصل ہو سکتی ہے جن کے دل کو ذکر شغل سے کچھ نسبت یادداشت حاصل ہو چکی ہو انکو تو نماز کی تکمیل کے لیے ان امور کی ادائیگی تھوڑی سی کوشش سے حاصل ہو سکتی ہے اور اسکے غیر کو جس کے دل میں ذکر اور خشوع

نہیں ہے اس کے لیے نماز کی ادائیگی دشوار ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:۔
"نماز خاشعین کے علاوہ دوسروں پر دشوار ہوتی ہے۔"

○ دوسری بات یہ بھی حقیقت ہے ظاہر کا اثر باطن پر اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے، اگر قلبی خشوع اور ذکر والا تھوڑی توجہ سے ظاہری مُستحبات کو ادا کرے گا تو اس کا اثر باطن کے خشوع کو بھی بڑھا دے گا۔ مثال کے طور پر بوقت قیام سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنا، رکوع کے وقت قدموں پر اور سجدے کے وقت ناک کی نوک پر نظر جمائے رکھنے کو عمل میں لائے گا تو نظر کے انتشار سے محفوظ ہو جائے گا اور نماز حضورِ قلب کے ساتھ میسر ہو جائے گی۔ جب یہ اتنا بڑا فائدہ مستحبات کی ادائیگی میں ہے تو سُنن و واجبات و فرائض کو دھیان سے ادا کرنے کی اہمیت ظاہر ہے۔ چنانچہ ان میں کوتاہی کرنے سے نماز کا کمال تو کیا، کبھی نماز بالکل ہی ادا نہیں ہوتی اور کبھی ناقص رہ جاتی ہے اور صلوٰۃ منافق کہلاتی ہے جس کے متعلق وعیدیں آئی ہیں کہ وہ غفلت والی نماز نمازی کے لیے بددعا کرتی ہے اور پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر مُنھ پر مار دی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی فرائض، سُنن، واجبات کی تو پرواہ نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی حضوری ہی میں مستغرق رہے، چاہے اس دوران کوئی وسوسہ بھی نہ آئے تو وہ نماز کے حکم کو پورا کرنے والا نہیں کہلائے گا، بلکہ شاید ایسی نماز پڑھنے والا زیادہ گنہگار ہو کہ یاد داشت اور حضوری کے باوجود نافرمانی کر رہا ہے۔

سبقِ دوم

نیّت، تکبیر تحریمہ و قیام

بعد اس کے منھ طرف کعبے کے کھڑا ہو کر کرے: **ف**: سر اس میں یہ ہے کہ کعبہ ناف زمین ہے اور تمام زمین اسی سے پھیلائی گئی ہے اور پیدائش جسم آدمی کی خاک سے ہے جب ظاہر جسم اپنے کو طرف اس کی اصل کے متوجہ کیا باطن کو بھی یعنی روح کو طرف اس کی اصل کے یعنی حق تعالیٰ جو پیدا کرنے والا اس کا ہے متوجہ کیا چاہیئے اور ہمیشہ اوقات پانچ نماز بلا شبہ وقت دربار اور حضور کا جان کر حاجات اپنی عرض کرے۔ اب بیان نماز کا اور معنی الفاظ کے مثال پر سمجھے، مثلاً جس وقت کوئی بندہ قصد مناجات اور عرض حاجات کا دل میں مقرر کر کے حاضر دربار خاص کا ہوا اور نہایت تعظیم اور عقیدہ درست اور نیّت خالص سے روبرو اس بادشاہ عالیجاہ کے کھڑا ہو کر اور رُخ التفات کا اور طرف سے ہٹا کر کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللہ بہت بڑا ہے: **ف**: تو اسی وقت بادشاہ عالیجاہ اپنے بندے کے قصد اور ارادے پہ مطلع ہو کے عنایت خاص مرحمت فرماتا ہے: **ف**: اور اُٹھانا دونوں ہاتھوں کا تکبیر میں دست بردار ہونا دونوں جہان سے ہے: **ف**: نیّت اور تکبیر فرض ہے بعد اس کے دعا استفتاح ہے اور اس میں تعظیم اور توحید ہے، وہ یہ ہے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ

وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ط یعنی ساتھ پاکی کے یاد کرتا ہوں میں تجھ کو اے اللہ اور ساتھ تعریف تیری کے اور بہت خوبیوں کا ہے نام تیرا اور بہت بلند ہے مرتبہ تیرا اور نہیں کوئی لائق بندگی کے سوا تیرے: **ف** : یہ دعا سنّت ہے کہ جس قدر کلام تعظیم اور توحید کے اس بندے کی زبان سے صادر ہوتے ہیں، عنایتِ شاہی اس پر دوچند نازل ہوتی ہے۔ ایسے وقت نزول رحمتِ الٰہی کے خیال سے کہ حضور بادشاہ کا میسّر ہے، دل اپنا حاضر کر کے حاجات اپنی عرض کرلے، لیکن پہلے عرض سے مضمون دفع شیطان کا کہ وہ بڑا حارج اور دشمنِ قدیم ہے۔ ہوشیار ہو کر دل میں لاوے اور زبان سے کہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ: پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ اللہ کے شیطان ٹھکارے سے حاصل اس کا راندے گئے سے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور رحم والا ہے

ف : یہ شروع ہوا عرضداشت کا اور عرضداشت یہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ: سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ مالک انصاف کے دن کا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تجھی کو ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے : اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ چلا ہم کو راہ سیدھی پر۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ راہ انکی جن پر تو نے فضل کیا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ نہ انکی جن پر غصّہ ہوا ہے اور نہ بہکنے والوں کی، یہ عرضداشت اللہ صاحب نے اپنے بندوں کی زبان سے فرمائی کہ جس وقت جی چاہے

اس طرح کہا کرے، بعد اس کے آمین کہنا یعنی عرض ہماری قبول کر
سُنّت ہے، اور یہ لفظ قرآن کا نہیں بالاتفاق، اور نماز میں اس کے ساتھ
ایک سورت اور ملا دے۔ ف : پڑھنا سورۃ فاتحہ کا اور مِلانا ایک
اور سورے کا واجب ہے، اور پڑھنا اعوذ اور بسم اللہ کا سنّت ہے اور
اس مقام پر سورۂ اخلاص یعنی قُلْ هُوَ اللّٰہُ لکھی جاتی ہے دو وجہ
سے، ایک یہ کہ عوام الناس نماز میں بیشتر اسی کو پڑھتے ہیں، دوسرے یہ کہ
توحید اور صمدیت اللہ کی اور بیچونی اور بڑائی اسکی اس سورۃ میں باختصار
خوب ہے اس واسطے کہ حکم اُس کا اِس طرح نازل ہوا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ
تو کہہ اللہ ایک ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ پاک ہے یعنی کھانا پینا کچھ نہیں۔
صَمَدْ اس کو کہتے ہیں جو خود کسی کا محتاج نہ ہو اور اسی کے سب محتاج ہوں،
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ نہ کسی کو جنا اور نہ کسی سے جنا گیا وَلَمْ يَكُنْ
لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اور نہیں اس کے برابر کا کوئی .... اس عرضداشت
کے مضمون کو اس طرح سے سمجھے کہ جیسے کوئی مفلس سے مفلس تونگر سے
تونگر بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو کر اپنی عاجزی اور مفلسی اور اُسکی
تونگر اور بڑائی بیان کرتا ہے اور بڑا امیدوار ہو کر کچھ مانگتا ہے۔

○ نماز شروع کرنے سے پہلے والی شرطیں گذشتہ سبق میں بیان ہو چکیں،
سالک ان پر اچھی طرح مشق کرنے کے بعد اب اس سبق پر عمل اس طرح کرے کہ
اوّل نماز پڑھنے میں نیّت کو خالص اللہ جلّ شانہٗ کے لیے کرتے ہوئے اللہ اکبر
یہ تصوّر کرتے ہوئے کہے کہ اب میں نے دونوں جہانوں سے ہاتھ اُٹھا لیے اور
اللہ جلّ شانہٗ کے سامنے حاضر ہو گیا ہوں اور کھڑا ہونے میں بہت ادب اور

اور عاجزی اختیار کرے، لیکن حکم کی تعمیل میں سیدھا کھڑا ہو، اور نظر سجدہ کے مقام پر جمائے رکھے، اور سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ .... الخ پڑھے، پھر اَلْحَمْدُ شریف پڑھے اس وقت خیال کرے کہ مجھے اللہ جلّ شانہٗ کی حضوری، معیت اور باہم کلامی حاصل ہوگئی، کیونکہ الحمد شریف اور بعد میں سورہ ملانا یہ سب کلام الٰہی ہے جو میری زبان پر جاری ہے۔

○ حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ کہتا ہے تو خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندہ نے میری تعریف کی، اور جب اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ کہتا ہے تو فرماتا ہے کہ یہ میرے بندہ نے میری بڑائی بیان کی اور جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ کہتا ہے تو اللہ جلّ شانہٗ فرماتے ہیں کہ یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے، اور جو کچھ اس نے مانگا خاص اسی کے واسطے ہے۔ اور جب اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ کہتا ہے تو فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے واسطے ہے، اور جو کچھ اس نے مانگا وہ سب اس کے لیے ہے۔ اسی طرح بعد میں جو سورت شریف پڑھی جائے گی اُس میں بھی اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا دھیان رکھے۔

ملحوظہ: اس سبق کی پوری مشق جب تک حسبِ سابق نہ کرلے اگلا سبق نہ شروع کرے۔

سبق تیرہواں

رکوع، قومہ اور سجود

○ اور جس وقت وہ مفلس عنایتِ بے نہایت اس بادشاہ عالیجاہ کی معلوم کرتا ہے، بڑی تعظیم سے آرزو پابوسی کی کرکے جھکتا ہے اور کہتا ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ط پاک ہے میرا صاحب بڑی عظمت والا۔

ف : رکوع دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ حضور میں بسبب عظمت کے پیٹھ میری جھک گئی، بعد اس تعظیم کے دعا ہے، اس طرح پر کہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ سُنی اللہ نے اس کی بات جس نے سراہا اُسے بعد دعا کے مدح اور ثنا ہے کہ اُسے کھڑا ہو کر کہے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کَمَا یُحِبُّ وَیَرْضٰی رَبَّنَا ط اے صاحب ہمارے تیری ہی تعریف ہے بہت تعریف پاک جس میں خوبیاں ہیں ایسی تعریف کہ جسے دوست رکھے اور راضی ہو ہمارا صاحب۔

ف : یہ کھڑا ہونا پیچھے رکوع کے دلالت ہے، اس پر کہ اس عاجزی پر میں مستقیم ہوا، یہ کھڑا ہونا واجب ہے شبہ والے کو چاہیئے کہ دُرِّ مختار

اور کتابیں مثلِ کنز اور وقایہ کو دیکھے۔ علم کے بجائے قول صحیح پر یہ دعا پڑھنی
سنت ہے، اور جاننا چاہیئے کہ اب وقت پابوسی کا ہے سجدہ کیجئے اور
کہیئے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پاک ہے میرا صاحب بہت اُونچا رکوع
اور سجود میں بقدر ایک تسبیح کے ٹھہرنا فرض ہے اور تین بار تسبیح منقول کہنا
سنّت ہے لیکن مضمون اس مدح اور ثنا کا موافق اپنے حوصلے کے
سمجھنا بہت ضروری ہے کہ بعد تعظیم کے پھر کھڑا ہونا اور مدح اور ثنا کا
عرض کرنا اور پورا اسنبھل کر زمین پر سر رکھنا سنّت ہے **ف**: جاننا
چاہیئے کہ رکوع جو مقام بڑی تعظیم کا ہے، اس سے بندے کو معلوم ہوا کہ مجھ
پر بڑی عنایت صاحب کی ہے جو ایسے مقام بزرگ میں بدون طلب
اور اجازت کسی نقیب چوبدار کے مجھ کو دخل ہوا اسی واسطے بہت سی
تعریف کرتا ہے اور پیشانی اپنی خاک پر رکھتا ہے اور بار بار کہتا ہے:
سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اور جاننا چاہیئے کہ سجدہ مقام نہایت قربت
اور ظہور تجلیات جمال بادشاہی کا ہے یہ بندہ مارے ہیبت مضمون جو
نہیں کہنے آیا، اسی واسطے حکم ہوا کہ ایک دم ٹھہر کر دوسری بار عرض کرے
یہ مضمون ہے جلسے کا اور جلسے میں یہ الفاظ کہنے نہایت خوب ہیں اور
سنّت ہیں، حدیث صحیح میں آئے ہیں وہ یہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ
وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَارْفَعْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ اے اللہ بخش مجھے اور
رحم کر مجھ پر اور راہ بتا مجھے اور سرفراز کر مجھے اور نقصان میرا دور کر۔ جلسے
اور قومے میں سوا اِن دو دعاؤں کے اور بھی صحیح حدیثوں میں منقول ہے۔
لیکن حنفی مذہب میں ایسا ثابت ہوا ہے کہ وہ دعائیں اگر نفل نماز کے
قومے اور جلسے میں پڑھے تو سنّت ہے، اسی لیے کہ فرض نمازیں ان

دعاؤں کا پڑھنا سنت نہیں ہے، مگر قومے میں سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ فرض نماز میں بھی سنت ہے، پھر اللہ اکبر کہہ کر زمین پر سر رکھے اور کہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اور جاننا چاہیئے کہ جس وقت رکوع یا سجدہ کرے اور اللہ اکبر کہے اس اللہ اکبر کے مضمون کو اسی طرح سمجھے کہ ایک بار اوّل میں سمجھا تھا، رکوع میں نظر پاؤں پر جمائے رکھے اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی اور اپنی ذلّت کا تصور کرے۔ اور سجدہ میں ناک پر نظر رکھے اور اپنی حقارت اور خاکساری کا تصور کرے۔

○ ان ارکان کی بھی اچھی طرح مشق کرنے کے بعد اگلا سبق شروع کرے یہ بات بار بار اس لیے لکھی جاتی ہے کہ اس کو آسان اور معمولی سمجھتے ہوئے طبیعت آگے چلنے کا تقاضا کرتی ہے، مگر یاد رکھے کہ سمجھ میں آجانا اور بات ہے اور عمل میں آجانا دوسری بات ہے کہ مشق کے بغیر وقت پر یاد آجانا ممکن نہیں۔

بدعت بیست و چہارم

قعدہ اور سلام

ف : جس وقت یہ بندہ عرضداشت اور تنظیم اور عرض حاجات اور تسبیح موافق اپنے حوصلے کے کر چکا تو قابلیت بیٹھنے کے حاصل کی اگرچہ بیٹھنا سامنے ایسے بادشاہ عالیجاہ کے ترکِ ادب ہے، لیکن مضمون اسکا مثال پر اس طرح سمجھے کہ یہ بیٹھنا رُو برو اپنے صاحب کے اس واسطے ہے کہ مثلاً جس وقت صاحب پاؤں اپنے دراز کرے اور یہ بندہ کہ خدمت پابوسی کی اس پر لازم ہے بجالاوے یا یہ کہ منتظر حکم کا ہے، لیکن اس مقام کو بھی عبادت سے خالی نہیں رکھنا چاہیئے کہ تحفہ درود اور سلام کا اور پڑھنا تشہد کا مقرر رہے، اس طرح پر اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ یعنی سب بندگیاں زبان کی اللہ کو

ہیں اور سب بندگیاں بدن کی اور سب بندگیاں مال پاک کی سلام تم پر اے نبیؐ اور مہر اللہ کی اور خوبیاں اسکی ، سلام ہم پر اور جتنے بندے اللہ کے اچھے ہیں سب پر گواہ ہوں اس بات کا کہ کسی کی بندگی نہیں سوا اللہ کے اور گواہ ہوں میں اس کا کہ محمدؐ بندہ اس کا ہے اور رسول اس کا۔ پڑھنا التحیات کا قعدے پہلے اور دوسرے میں واجب ہے، اور بیٹھنا قعدے پچھلے میں بقدر پڑھنے التحیات کے فرض ہے۔ اور مضمون قعدے آخر کا اس طرح سمجھے کہ یہ وقت دربار کے رخصت کا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ کرکے باہر آنا چاہیئے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اُس دربار کے صاحب کا یہ ہے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ بعد اس کے سلام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہے اس طرح کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اور اپنے واسطے اور سب بندوں کے واسطے اس طرح ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ بعد اس کے تشہد ہے اور تشہد کہتے ہیں گواہی دینے کو وہ یہ ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ جاننا چاہیئے کہ یہ گواہی توحید کی ہے کہ خدا کو ایک جانے اور اسکی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بندہ جانے اور رسول اس کا پہچانے اور معلوم کرے کہ ایسے ہی مضمون کو زبان پر لانے اور دل میں یقین کرنے سے مسلمان ہوا ہے۔ اور نماز فرض ہوئی اور اسی پر ختم ہوئی اور معلوم رکھے کہ جس مضمون پر مدار کسی کام کا ہوتا ہے تکرار اسی مضمون کی اوّل آخر آیا کرتی ہے، اسی واسطے پہلے تکبیر تحریمہ سے کہ قصد حاضر ہونے دربار خاص کا کرتے ہیں: اِنِّیْ

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ پڑھتے ہیں یعنی میں نے منہ کیا اس کی طرف کہ جس نے زمین اور آسمان بنائے ایک طرف کا ہو رہا اور میں شرک نہیں کرتا اور اندر نماز کے بھی یہ مضمون بہت ہے، جیسے کہ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ موجود ہے اور جس وقت دربار سے رخصت ہووے تو یہی عہدو پیمان کرا ٹھے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بعد اس کے درود پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ الٰہی رحمت خاص بھیج اوپر محمد ﷺ کے اور آل محمد ﷺ کے جیسے رحمت خاص بھیجی تو نے اوپر ابراہیم ؑ کے اور آل ابراہیم ؑ کے تو ہی ہے سراہا گیا بزرگی والا ہے، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ الٰہی برکت بھیج اوپر محمد ﷺ کے اور آل محمد ﷺ کے جیسے کہ برکت بھیجی تو نے اوپر ابراہیم ؑ کے اور آل ابراہیم کے تو ہی سراہا گیا ہے بزرگ۔ اب ادب کے ساتھ نماز سے باہر آنا چاہیئے، باہر آنا نماز سے فرض ہے اور تحیۂ مسنون نماز سے باہر آنے کا شرع میں یہ ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ منفرد کو چاہیئے کہ بوقت سلام کے فرشتوں کراماً کاتبیں کی جو اس کے داہنے اور بائیں ہیں نیت کرے اور مقتدی جو امام کے پیچھے برابر ہے اور داہنے طرف والے مقتدی اور فرشتوں کی نیت کرے اور اسی طرح بائیں طرف کے سلام میں امام اور بائیں مقتدی اور فرشتوں کی نیت کرے اور

جومقتدی کہ امام کے داہنے ہے داہنے سلام میں مقتدی اور فرشتوں کی جو
اس سے داہنے ہیں نیت کرے اور بائیں سلام میں امام اور مقتدی اور
فرشتوں کے جو اس کے بائیں طرف ہیں نیت کرے اسی طرح جو مقتدی کہ امام
کے بائیں ہے اور جو مقتدی کہ داہنے طرف کنارے صف کے ہے داہنے سلام
میں فرشتوں کی نیت کرے اور بائیں سلام میں امام اور مقتدی اور فرشتوں کی
اور مقتدی بائیں طرف کے کنارے والا، علیٰ ہذالقیاس اس کے بعد ایک دعا پڑھنی
سنت ہے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ
يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ○ یا اللہ تو ہی ہے سلام اور تجھی سے ہے سلام اور
برکت والا ہے تو ـــــ اے صاحب بزرگی اور بخشش کے۔ حدیث کی
صحیح روایتوں میں یہ دعا اس ہی قدر مذکور ہے، جاننا چاہیئے جو یہ بندہ پانچ
وقت بیچ دربار ایسے بادشاہ عالیجاہ کے بے منت اور احسان کسی دوسرے کے
حاضر ہو کے سرفراز ہوا تو پھر لازم ہے کہ جو اپنے مالک کے سامنے اقرار کرآیا اس
پر قائم رہے یہ نہیں کہ پانچ وقت پروردگار کے سامنے اِيَّاكَ نَعْبُدُ
وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہہ آوے بعد اس کے کسی اور کو پوجے اور وقت مصیبت
کے کسی اور کو پکارے اور مدد چاہے اور لازم ہے کہ جو خدا سے دعا کرے کہ اِھْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ تو اس کو تحقیق کرے کہ صراطِ مستقیم کی راہ رضامندی حق
تبارک تعالیٰ کی ہے کیا ہے۔

قعدہ میں بیٹھے ہوئے نظر اپنی گود پر رکھے .... اس سارے مضمون کی
بھی اچھی طرح مشق کرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمازِ وتر میں دُعائے قنوت

اور کمالِ شفقت سے اس بندے کے واسطے پروردگار نے تین رکعت نماز وتر مقرر فرمائی ہے کہ جس کے ادا کرنے سے بندہ اپنے خالق کے سامنے عزیز ہوجاتا ہے، اور نماز وتر واجب ہے اور قول صحیح کے اور دعائے قنوت پڑھنا تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے قرارت کے پیچھے واجب ہے، وہ دُعا یہ ہے:۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ۔ اے اللہ ہم مدد چاہتے ہیں تجھ سے اور بخشش چاہتے ہیں ہم تجھ سے اور ایمان لاتے ہیں ہم ساتھ تیرے اور بھروسہ کرتے ہیں ہم اوپر تیرے اور تعریف کرتے ہیں ہم تیری اور شکر کرتے ہیں ہم تیرا اور نہیں انکار کرتے ہیں ہم تیرا اور دور کرتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں ہم اُس کسی کو جو نافرمانی کرے تیری اے اللہ تجھی کو ہم پوجتے

ہیں اور تیری ہی نماز پڑھتے ہیں ہم اور سجدہ کرتے ہیں ہم اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں ہم اور خدمت کو حاضر ہوتے ہیں ہم اور امید رکھتے ہیں تیری مہربانی کی اور ڈرتے ہیں ہم عذاب تیرے سے مقرر عذاب تیرا منکروں کو لگنے والا ہے۔ اب بندے مومن کو چاہیئے کہ اپنے دل کی طرف ذرا انصاف سے رجوع کرے کہ یہ سب اقرار جو ایسے حضور کے وقت میں سامنے اپنے مالک کے کرے اور موافق اس اقرار کے عمل میں نہ لاوے پھر روز جزا کے کون سا منہ لگا کے اُس قہار کے سامنے جاوے گا، ایمان نام فقط اقرار ہی کا نہیں ہے بلکہ اقرار ساتھ یقین کے چاہیئے کہ ثمر اس کا عمل ہے اور عوام جو اس بات سے بے خبر ہیں خواص کو واجب ہے کہ انکو آگاہ کریں کہ جو منھ سے اقرار کریں اسکو عمل میں لادیں۔

○ دُعائے قنوت میں نَخْلَعُ وَنَتْرُكُ پڑھکر جو اقرار کیا جاتا ہے اس پر عمل کے بارہ میں اکابرین کا طرز عمل ہی قابلِ تقلید ہے۔ الحمدللہ ہم نے اپنے اکابرین کو قرآن وسنت کا ایسا عاشق پایا جس کو فنا کا درجہ کہنا چاہیئے۔ وہ قرآن وحدیث کے روح اور مغز کو جاننے والے تھے، اس لیئے انکا عمل گویا احکام کا شارع ہے، بزرگوں کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ فسق وفجور سے تو انکو انتہائی قلبی بیزاری ہوتی ہے۔ لیکن فساق وفجار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہونے کی وجہ سے ان کی اصلاح کی امید اور کوشش میں ظاہری قطع تعلق نہیں کرتے۔ خصوصًا جب کہ ایک دوسری حدیث میں یہاں یفجرك کی بجائے یکفرك بھی آیا ہے، بلکہ طریقہ تبلیغ کے ایک اہم ادب، حکمت سے کام لیتے ہیں اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (الآیۃ)

البتہ اصلاح کی امید نہ رہے اور نافرمانی کرنے والا، تمرد استکبار اور انکار پر ڈٹا ہوا ہو تو اس سے قطع تعلق ضروری سمجھتے ہیں اور اس وقت بغض فی اللہ کا اظہار کرتے ہیں۔ یہاں ایک ضروری تنبیہ ہے کہ غلبہ حال میں کسی بزرگ کا کوئی عمل نہ تو قابلِ اعتراض ہوتا ہے اور نہ قابلِ تقلید۔

○ الحمدللہ مشق کے اسباق ختم ہوئے۔ تو جب نماز میں اس طرح مشق کرے گا تو خدا کی مدد سے نمازِ حقیقی حاصل ہو جائے گی، اور مختلف قسم کی حقیقتیں اور معرفتیں ظاہر ہوں گی۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ کا یہی مرتبہ ہے۔ مقصد دنیا و مافیہا کو چھوڑ دینا اور خدا سے مل جانا ہے وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ: اے خدا ہم کو اور تمام دوستوں کو اور تمام طالبانِ حق کو اس دولت سے مشرف فرما اور اس میں موت دے اور اٹھا:

بمنہ وکرمہ بحرمۃ النبیؐ و آلہٖ

واصحابہٖ اجمعین، آمین، آمین، آمین

برحمتک یا ارحم الراحمین

◎

محمد اقبال مدینہ منورہ

وارد حال لاہور، ۲۱ رشوال ۱۴۰۴ھ

بروز جمعۃ المبارک

[illegible]
حقیقی کے حصول میں کامیابی کی علامات

○ یہ علامت ضروری تنبیہ کے طور پر رسالے کے شروع میں نوٹ نمبر میں بھی بیان کی گئی ہے۔ اب یہاں پوری نماز کے ختم پر درود شریف کے بعد اور سلام سے پہلے قرآن مجید و حدیث شریف سے کوئی دعا پڑھنا بھی مسنون ہے۔ حضرت سید صاحبؒ کی تقریر میں کاتب کے سہو سے یا کسی اور وجہ سے درود شریف کے بعد دعا کا ذکر نہیں جو کہ ہمارے ہاں مسنون ہے۔

○ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرما دیجئے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں تو آپ نے ارشاد فرمایا یوں عرض کیا کرو:

○ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (بخاری، مسلم مدارج النبوۃ)

○ **ترجمہ**: "اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور اس میں شک نہیں کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخش نہیں سکتا، پس تو اپنی طرف سے خاص بخشش سے مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما دے، بے شک تو ہی بخشنے والا نہایت

رحم والا ہے۔"

○ حضرات مشائخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں استغفار کرنے کی تعلیم اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے پیشِ نظر بندے کا عمل تو ایک طرح کا گناہ اور ظلم ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی محض اپنے فضل وکرم سے بندے کی مغفرت کردے اور رحم فرمائے .... کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اسکی عظمت اسی درجہ کی ہوتی ہے جس درجہ کی اس کو معرفت حاصل ہو، اور کامل نماز سے بھی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت صدیقِ اکبرؓ کا درجہ ساری اُمّت میں سب سے زیادہ بڑھکر ہے، ان کی نماز سے ان کی معرفت میں اور اضافہ ہوا اور خوف میں بھی اضافہ ہوا اس لیے آخر نماز کے اندر کمالِ عجز کے اظہار کا حکم ہوا۔

○ اس تمہید کے بعد یہ واضح ہوگیا کہ جتنا کوئی حقیقی اور کامل نماز پڑھنے والا ہوگا اتنا ہی وہ اپنی نماز کو ناقص بلکہ ایک طرح کا گناہ سمجھے گا۔ اسباق کی مشق کے بعد اگر یہ نتیجہ نہیں نکلا بلکہ مشق کرنے والا اپنی نماز کو کامل سمجھنے لگ جائے تو یہی اس کی ناکامی کی علامت ہوگی۔

نوٹ :۔ "نماز کی تکمیل کی یہ مشق یا قرآنِ پاک پڑھنے کا خصوصی طریقہ (جو کتاب کے آخر میں ہے) چونکہ سالکین ہی کے لیے ہے ان کو نسبتِ اصول اس کو بھی اپنے شیخ کی اجازت اور اس کی رہنمائی میں کرنا چاہئے چاہے زبانی چاہے بذریعہ خط وکتابت۔

سورۂ فاتحہ

چونکہ سورۃ فاتحہ ہر نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے، نماز کے دوران جس کیفیت سے اس کو پڑھنا چاہیئے، اس لیے اسے حضرت سید صاحبؒ نے خصوصیت سے الگ بیان فرمایا ہے جس کو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

○ سورۂ فاتحہ، اس سورے میں اللہ تعالیٰ نے دعا کی طرح بتلائی اور اللہ کے بتلانے برابر کسی کا بتلایا نہیں ہوتا، اس واسطے یہ سورت بڑی بزرگی رکھتی ہے، اور دعا میں دستوریوں ہے ہر کوئی جانے ہے کہ باوجودیکہ سب آدمی محتاج بے مقدور ہیں پر سوال کرتے ہیں، جو آدمی سخی کریم باہمت اور بامقدور ہوتا ہے، اسی سے مانگتے ہیں، جتنا تفاوت آدمیوں میں اوصاف سے ہوتا ہے اتنا ہی سوال کرنے میں فرق پڑتا ہے۔ جس میں سخاوت نہ ہو اس سے نہیں مانگتے اور سخاوت ہو پر ترش روئی بھی ہو اس سے بھی مانگنے میں پرہیز کرتے ہیں اور جو ترش رو بھی نہ ہو ویسے خلیق ہو، پر دینے کے پیچھے اترادے، جتلادے، منت رکھے اس سے بھی مانگنا اچھے آدمیوں کو سخت بھاری ہوتا ہے

فهرست مضامين

اور جو بے مقدور ہو اس سے مانگنا ہی نہیں ہو سکتا، اور جتنے یہ اوصاف بہ کمال ہوں اتنا مانگنا اس سے خوب ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ مانگنا عزت ہو جاتا ہے جب کوئی بڑا ہی کریم باہمت پرلے درجے کا سخی ہو کہ وہ اپنی خوبیوں کے سبب مانگنے والے کا ہر طرح پاس کرے اس سے مانگنا عزت ہو جاتی ہے اور سوال کرنے میں آدمی اوّل وہ صفتیں اور خوبیاں بیان کرتا ہے کہ جس سے سوال اور ایسا کہتا ہے کہ جس سے سوال کرے وہ بھی مان لے اور اقرار کرے کہ ہاں میں ایسا ہی ہوں اور تیرا کہنا سچ ہے تو بھی دل کے اعتقاد سے کہتا ہے، جب یہ سب ہو کر سوال ہوتا ہے تو ہرگز وہ سوال ردّ نہیں ہوتا، بلکہ سوال کرنا واجب ضرور ہو جاتا ہے ایسے سخی کریم سے اور اس سے ملنا بھی ایسا یقین ہوتا ہے جیسا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ جب آدمی کا احوال معلوم کرے کہ آدمیوں میں ایسا ہو پھر اللہ کی ذات پاک کو جس کی تمثیل نہیں ہو سکتی اور مالک خالق اور مخلوق کا فرق بوجھے کہ جب بندہ مخلوق ایسا ہو تو وہ مالک خالق کس درجے میں ان خوبیوں کے ہے، ان خوبیوں کو سچّے دِل سے سمجھ کر کہے ایسا کہ ادھر سے جواب پاوے کہ سچ یونہی ہے اور تیرا کہنا سچّا ٹھیک ہے، پھر اس کے پیچھے سوال ضروری ہے اور اس کا ردّ نہیں ہونا لابُد ہے منظور ہونا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کمال اس سورے میں اپنے بندوں کو تعلیم فرمایا کہ حضور دِل سے سمجھ کر ایسا کہیں کہ جواب پاویں اور سوال کریں اور ایسی صفتیں اللہ کی بیان کریں کہ دِل میں تہ نشین ہو جاویں کہ ایسے اوصاف والے کی درگاہ میں ہرگز سوال ردّ نہیں۔ ان وصفوں میں پہلے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام خوبیاں اسی کی ہیں غیر کی نہیں فی الحقیقت وہی ہے خوبیوں والا اس میں سب خوبیاں آگئیں

پھر اس کے پیچھے کئی خاص وصفوں کو بیان کیا کہ جن سے بندے کے دل میں حضوری اور بڑی محبّت بہت چمک جاوے اور سوال کی تمہید جیسی چاہیئے ویسے ہی دل میں مضبوط ہو، یہ اس کو ہے جو سمجھ کر کہے اور جو غفلت کرے وہ اس نعمت سے رہ جاوے، حاصل اتنا ہے کہ سوال مانگنا ایسا ہو کہ ضرور قبول ہو جائے خوبیوں کے بیان کرنے سے اور مالک کے اقرار سے کہ ہاں ایسا ہی ہوں جیسا تو کہتا ہے۔ کیا بڑا اس کا کرم ہے کہ اس نے آپ ہی بندوں کو سکھلایا کہ کہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب حمد اللہ ہی کو ہے، حمد کہتے ہیں نیکی اور تعریف خوب کرنے کو، مسلمان آدمی جب اس کو کہیں تب چاہیئے کہ اس کو تحقیق اسی طور پر سمجھ لیں اور اللہ کے سامنے اپنے اس مضمون کو کہ جسے مُنہ سے مجمل کہا ہے، مفصّل سمجھیں اور دل میں یقین لاکر اللہ کے حضور اس مفصّل کو اپنے اعتقاد بموجب اثبات پہنچاویں۔ اور اثبات کرنے کی طرح دِل میں یہ ہے کہ جس کی تعریف کو خیال کرے سمجھے کہ اللہ ہی کی فی الحقیقت یہ تعریف ہے مثال اس کی جیسا کہ خوبصورت کو جو بڑے درجے کا خوبصورت ہو دیکھے اور اس کے حسن کی تعریف کرے تو غور کرے کہ اُسکی تعریف جو میں کرتا ہوں اسکا حُسن اسکے قابو کا نہیں ہو اس نے اپنا حُسن آپ نہیں کر لیا یہ اللہ نے اپنے کرم سے بنایا وہ اس کا خالق ہے، فی الواقع حسن کا مالک وہی ہے اور تعریف اُسی کی چاہیئے، اس آدمی کی تعریف کرنی ایک طرح کی غفلت ہے، ہر چند درست ہے اور اسی طور حسن کی تعریف کسی چیز پر ہوئے سخاوت یا شجاعت پر۔ سب میں یہی بات سمجھے کہ اللہ ہی کی یہ چیز ہے تو اللہ کی تعریف کا لحاظ کرے کہ کیا بیشمار ہیں اور جس بندے میں کوئی وصف ہے سو وہ اُسی کی ایک ادنیٰ بخشش ہے

کراسی نے اپنے بندے کو ایک تعریف کی چیز دی ہے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
پرورش کرنے والا ہے سارے جہانوں کا سوا خدا تعالیٰ کے جو چیز کسی
عالم میں ہے سب کی پرورش وہی کرتا ہے، پرورش کچھ کھانے پینے ہی پر
موقوف نہیں کھانا پینا بھی ایک پرورش ہے۔ فرشتوں کی پرورش یہ
ہے کہ اللہ ان پر ایسی عنایت فرماتا ہے کہ جس سے انکا کمال بڑھ جاوے اور
خوشی زیادہ حاصل ہو، سو پرورش سے وہ بھی خالی نہیں جیسے کوئی کسی
آدمی کو ایسا خوش کرے یا اس پر مہربانی فرمائے کہ وہ آدمی اس کے سبب
تازہ فربہ ہو جاوے، یہ کھانا دینے سے بہتر ہے اور بڑی پرورش ہے، اللہ
کی عنایت اسی طور پر ہوتی ہے، فرشتوں کی پرورش یونہی کرتا ہے رَبِّ
الْعٰلَمِیْنَ کا وصف بڑا وصف ہے کیونکہ وہ پرورش کرتا ہے تمام جہانوں
کی کہ جن کا کچھ پایاں نہیں، دوست دشمن بھلے بُرے کو بغیر سوال کے پالتا
ہے، جو ایسا رب ہو تو وہ البتہ سوال قبول کرتا ہے **ف** : جب مسلمان
اللہ کے سامنے کھڑا ہو کر اس کی تعریف ایسی کرے کہ اسے دل سے سمجھے اور
ٹھیک جانے کہ اسی طور پر ہے اس میں کچھ تفاوت نہیں فی الحقیقت وہ ایسا
ہی ہے تو اللہ اس پر متوجہ ہو کر اس کا جواب آپ ارشاد فرماتا ہے کہ ہاں
میں ایسا ہی ہوں اور اس بندے کو بھی جتاتا ہے، اس جواب پر کہ ایک
بندہ اپنے مرتبے کے موافق یا کلام سنتا ہے یا اسے الہام ہوتا یا دل کو تسکین
اور قرار اور خوشی اللہ کے متوجہ ہوتی ہے اور قبول کرنے کو حضور دل سے سمجھ
کے سوال کرنے کے سبب یہ بات ہوتی ہے، اس میں تفاوت نہیں ہوتا اَلرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ بہت رحم والا ہمیشہ رحم کرتا ہے۔ جو شخص کہ رحم اور پرورش کرتا
ہے اگر اس سے ہر کوئی وقت بے وقت مانگے تو گھبرا جاتا ہے اور کبھی کبھی

خفا ہو کر سخت کہنے لگتا ہے اور جھنجھلاتا ہے اللہ کا ایسا رحم بہت اور ہمیشہ ہے۔ کہ جس کو کبھی مانگنے اور پرورش کرنے سے خفگی اور جھنجھلاہٹ نہیں آتی جتنا کوئی مانگے وہ اتنا خوش ہو، اسی لیے اس نے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فرمایا مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ مالک ہے جزا کے دن کا، جزا کا دن قیامت ہے اور اللہ کی مالکیت ہمیشہ ہے دنیا میں بھی، مگر ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ دنیا میں بظاہر اور بھی مالک کہلاتے ہیں گو وہ مالکیت عاریت اور ناپائیدار ہے۔ کیونکہ اصل مالک اللہ ہی ہے لیکن قیامت میں یہ عاریت کی مالکیت بھی اُٹھ جاوے گی۔

جیسے کوئی شخص کہ کسی زمیندار کی زمین میں رہتا ہو اور اس کا رعیتی ہو اور وہ شخص اس زمیندار کی غائبانہ باقی رعیت کے سامنے اپنے تئیں اس زمین کا مالک کہتا ہو تو وہ شخص جب زمیندار کے سامنے جائے گا تب آپ کو ہرگز مالک نہ کہے گا اور وہ زمین اپنی نہ بتاوے گا بلکہ اس زمیندار کے روبرو یوں کہے گا کہ میرا جان اور مال اور جورو اور لڑکے سب تمہارے ہی ہیں اور یہی حال ہوگا اس زمیندار وہاں کے راجہ کے سامنے اور اس راجہ کا کسی نواب کے روبرو اور اس نواب کا کسی بادشاہ کے سامنے ـــــــ قیامت کو سب کا حال اس سے زیادہ ہوگا مالکِ حقیقی کے سامنے۔ سو اس طرح اللہ کی مالکیت اور بادشاہی اس دن آشکارا ہوگی اور سب پر کھلے گی، سب اس کی مالکیت کا اقرار کریں گے کیونکہ اس کے حضور ہوں گے، اور ہر بات پر اللہ کی طرف سے جواب ہوتا ہے جیسا اس کا بیان پہلے لکھا گیا۔ جب یہ تعریف اور خوبیاں اللہ کی کرے تو اللہ سے اس کو جو معاملہ ہے سو کہے کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ تجھ کو پوجتے ہیں ہم یعنی عبادت نری اللہ کی ہے، عبادت اصل میں تعظیم کا نام ہے، تعظیم کی دو طرح ہیں، ایک وہ کہ اللہ نے خاص اپنے واسطے مقرر کی جیسے نماز و روزہ، حج، نماز کسی کے لیے نہ پڑھے روزہ کسی کے واسطے نہ رکھے سوا خدا کے، اور جو کوئی سوا خدا کے اور کے واسطے کچھ بھی کرے شرک

[illegible]

جانے کہ اللہ کے حکم سے کرتا ہوں، ماں باپ کی تعظیم اور خدمت سب اللہ کے حکم سے بجا لاوے کہ اللہ کی مرضی ہے اس واسطے کرتا ہوں، اس وجہ سے ساری تعظیم کی صورتیں اللہ کی ہوجاتی ہیں خاص کر اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اور تجھی سے اعانت چاہتے ہیں ہم۔ اعانت کا بھی حال عبادت کا سا ہے، ایک اعانت وہ ہے کہ اللہ کے ساتھ خاص ہے جیسے رزق، اولاد، بزرگی مانگنی، کسی سے یہ چیزیں مانگنی نہیں درست ہے اور کسی کے اختیار میں یہ چیزیں نہیں، ایک اعانت ایسی ہے کہ ظاہر ایک آدمی دوسرے سے چاہتا ہے جیسے پانی مانگنا، کھانا پکوانا اس کو بھی اللہ کا حکم جانے تو یہ بھی استعانت اللہ سے ہے کہ اللہ کے مرضی مطابق ہم اعانت چاہتے ہیں وہ بھی اللہ کی اعانت ہے۔ جیسے کوئی امیر کہدے کہ پانی میرے خدمت گاروں سے مانگ لیجیو اور کھانا ان سے پکوا لیجیو، پھر ان خدمتگاروں سے یہ کام لینا اُس امر کی اعانت ہے۔ اسی طرح اگر ایک بادشاہ نے فرمایا ہو کہ میرے فلانے غلام کی ایسی تعظیم کیجیو اس غلام کی تعظیم بادشاہ کی تعظیم ہے۔ اس وجہ سے عبادت بمعنی تعظیم کے اور اعانت خاص خدا کے لیے سمجھے تو اس کہنے والے کا ایسا حال ہوجاتا ہے جیسے کسی کا غلام کہ ہرگز اور در پر نہیں جاتا اور کسی سے کچھ نہیں مانگتا کہ بھوک تکلیف سے مرے پر اُس در سے نہ ٹلے اور ثنا صفت اپنے مالک کی کرے، ایسے غلام پر کیا ہی مالک سنگدل بخیل ہو اس کے دل کو بھی جوش اور رحم آجاتا ہے، اگر کہیں سے اس مالک کو میسّر نہ آوے تو ایسے غلام کے لیے چاہتا ہے کہ کسی سے مانگ ہی دول، جب اللہ کی ثنا صفت کر کے بندہ یہ کہتا ہے کہ تیری تعظیم کرتا ہوں، تجھی سے مدد چاہتا ہوں اور اسکو دل میں جانچتا ہے کہ یونہی ہے اور اللہ اس کے مطابق اس کی طرف متوجہ ہو کر اسکا سچّا ہونا فرماتا ہے، جیسے پہلے بیان

گذرا تو خود اللہ اس بندے کی طرف بڑا فضل کرتا ہے، اور جس میں اس کی
خوبی اور کمال ہو وہ اب عنایت فرماتا ہے، پھر اللہ نے ہی اپنے کرم سے
بتلایا کہ مجھ سے مانگا کرو، یہ سب مضمون کہہ کر کہ ایسے مضمون کے پیچھے ایسے
سائل کی دعا اور سوال کوئی نہیں رد کرتا ہے، خدا کے کرم کا تو کچھ پایاں نہیں وہ
کیوں رد کرے گا، اور وہ دعا یہ بتلائی کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ
بتلا ہم کو راہ سیدھی صراطِ مستقیم سے اللہ کی رضا سمجھنا چاہیئے، اور چیز اس
مقام پر سمجھنی لائق نہیں اس واسطے کہ جو کوئی کچھ مانگے کتنا ہی خوب سے خوب مانگے
اللہ کے خزانوں میں ہزار چند اس سے بہتر ہو سکتا ہے، مثلاً کوئی اللہ سے
مانگے ایسی بہت اس طرح کی حوریں مجھے ملیں اور ان حوروں کے بیان میں خیال
اس کے خیال میں گذریں بلکہ جو ساری مخلوق کے خیال میں گذریں وہ سب کے اور
اس کے سوال کے مطابق اللہ تعالیٰ عنایت فرمادے پھر اللہ اپنی قدرت سے ایسی
حور پیدا کرے کہ یہ حوریں جو اس کے مانگنے کے موافق ملیں، اس حور کے آگے لونڈی
ہی ہو جاویں، اس واسطے اچھا سوال یہی ہے کہ اسکی رضا مانگے اپنی تجویز نہ کیجئے
اسکی رضا سے جو ہو گا سو خوب ہو گا اور اپنی تجویز بہت بہتر سے بہتر بھی کبھی
پشیمانی اور پچھتانا ہے، جب اپنی تجویز سے بہتر چیز اللہ پیدا کرتا ہے، اور نظر
آتی ہے، اس وقت اس تجویز کرنے والے کو پشیمانی آتی ہے کہ میں نے تجویز
سے زیادہ کیوں نہ مانگا اس لیے اصل مانگنا اسکی رضا کا ہے، جب اللہ
ہر چیز پر قادر ہے اور اپنے بندے سے راضی ہو جو چاہے اور جو گمان وخیال
سے باہر ہو وہ بخشتا ہے اور دیتا ہے، اور اسکی ذات کا یہی تقاضا ہے
اور رضا اسکی بے پایاں ہے۔ ہمارے پیغمبر کو اللہ نے وہ چیزیں دیں کہ کسی
مخلوق کو نہ ملیں۔ کیا کچھ کمال اور خوبیاں بخشیں، پر اللہ کی رضا ایسی بیشمار

ہے کہ مانگنا اور اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہنا نماز میں ہمیشہ موقوف نہ ہوا، مدت العمر یہی حکم رہا کہ ہمیشہ صراط المستقیم مانگا کریں اور رضا خدا کی ہر اچھے کام پر ہوتی ہے، اور اچھا کام کبھی بُروں سے بھی ہو جاتا ہے جیسے عدالت انصاف کسی بابت میں کبھی کوئی کافر بھی کرتا ہے، اور بعضے کافر محتاجوں کو دیتے ہیں، مال خرچ کرتے ہیں انہیں جگہوں میں جہاں خرچ کرنا اچھا ہے، ایسی باتوں سے اور کاموں سے اللہ راضی ہوتے ہیں، پر یہ رضا کچھ کام نہ آوے گی۔ دنیا میں اللہ چاہے بدلا دے پر آخرت میں اُنکو کچھ فائدہ نہیں ہے، جب اللہ کی رضا کہ بعضے اچھے کام کہ بُروں سے ہوتے ہیں، ان پر بھی ہووے ہے، تو اس واسطے صراط المستقیم کا بیان بتلایا کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہ راہ ان کی جن پر فضل کیا تو نے، وہ لوگ پیغمبر اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں حاصل یہ ہوا کہ اپنی وہ رضا ہمیں دے جو ایسے لوگوں کو دی نہ ویسی رضا کہ کبھی اچھے کام پر بعضے بُرے لوگوں کو ہو جاتی ہے کہ ان پر غصے بھی ہوتا ہے اُن کی برائیوں سے، اسی واسطے فرمایا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ نہ دے کہ جن پر غصہ کیا، جیسے گنہگار فاسق کہ خدا کے غضب میں ہیں، ہر چند کوئی کام اُن سے اچھا بھی ہو جاوے کہ اللہ اس سے راضی ہو وَلَا الضَّآلِّيْنَ اور نہ گمراہ یعنی کافر ہر چند ان سے بھی کبھی کوئی کام اللہ کے رضا مندی کا ہو جاوے، پر اُنکی راہ بھی ہرگز نہیں مانگنا انکے نصیب وہ رضا مندی نہیں کہ جو آخرت میں فائدہ دے۔

تمام شُد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سالکین کی باطنی ترقی کے لیے طریقہ تلاوت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جیسے گذشتہ اوراق میں نماز پڑھنے کی کیفیت اور طریقہ کو بیان کیا گیا ہے جو کہ صرف ذاکر شاغل سالکین کے لیے بیان ہوا ہے، اِس کا عمل میں آجانا غیر ذاکرین کے لیے دشوار ہے اگرچہ سمجھ میں آجانا ہر ایک کے لیے آسان ہے اسی طرح یہاں ہم تلاوتِ قرآن کا ایک طریقہ بیان کرتے ہیں جس کا عمل میں لانا انہیں حضرات سے ممکن ہو گا جن کے قلوب ذکر اللہ سے متاثر اور کچھ نور اور سکینہ حاصل کر چکے ہیں، ایسے حضرات کی باطنی ترقی کے لیے مراقبۂ معیّت تجویز کیا جاتا ہے، اس طریقہ تلاوت کا پورا فائدہ بھی اسی درجہ کے لوگوں کو حاصل ہو گا۔ ان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ پہلے قرآن پاک کے فضائل اور عظمت و آداب کا علم ہو جس کے لیے حضرت شیخ الحدیثؒ کا رسالہ "فضائلِ قرآن" کا شوق اور محبت سے مطالعہ کرے۔ حضرت شیخ الحدیث نے "فضائلِ قرآن" میں تحریر فرمایا ہے:۔

حدیث (۲۳) عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم لا ترجعون الی اللہ بشیٔ افضل مما خرج منہ یعنی القرآن۔ (رواہ الحاکم وصححہ ابوداؤد)۔

ابوذرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہٗ کی طرف رجوع اور اسکے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کرسکتے جو خود حق سبحانہٗ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک۔

○ متعدد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے دربار میں کلام پاک سے بڑھ کر تقرب کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے! ارشاد ہوا کہ احمد میرا کلام ہے، میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے، ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے، دونوں طرح موجب تقرب ہے۔ اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوتِ کلامِ پاک کا سب سے بہتر طریقہ تقرب ہونیکی تشریح حضرت اقدس بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی مرتبۂ احسان حق سبحانہٗ وتقدس کی حضوری کا نام ہے۔ (اسی مرتبۂ احسان کو وصول، مشاہدۂ یقین اور کمالِ اخلاص اور نسبتِ یادداشت کہا جاتا ہے) جو تین طریقوں سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اوّل تصوّر جس کو عرف شرع میں تفکر وتدبر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیاء کے یہاں مراقبہ سے۔ دوسرا ذکرِ لسانی اور تیسرا تلاوتِ کلامِ پاک۔ سب سے اوّل طریقہ بھی چونکہ ذکرِ قلبی ہے اس لیے دراصل طریقے دو ہی ہیں، اوّل ذکر عام ہے کہ زبانی ہو یا قلبی۔ دوسرے تلاوت ہو جس لفظ کا اطلاق حق سبحانہٗ وتقدس پر ہوگا اور اس کو بار بار دُہرایا

جائے گا جو ذکر کا حاصل ہے تو وہ مُدرِک کے اس ذات کی طرف توجہ اور التفات کا سبب ہوگا اور گویا وہ ذات مستحضر ہوگی اور استحضار کے دوام کا نام معیّت ہے جس کو اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے:۔ لا یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتیٰ احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا (الحدیث) یعنی جب کہ بندہ کثرتِ عبادت سے حق تعالیٰ شانہٗ کا مقرب بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اعضاء کے محافظ بن جاتے ہیں اور آنکھ، کان وغیرہ سب مرضی آقا کے تابع ہو جاتے ہیں، اور نفل عبادت کی کثرت اس لیے ارشاد فرمائی کہ فرائض متعینہ ہیں جن میں کثرت نہیں ہوتی اور اس کے لیے (حضوری کے لیے) ضرورت ہے دوامِ استحضار کی، جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا۔

○ کلامِ الٰہی سراسر ذکر ہے اور ذکر کے متعلق خود ہی قرآن پاک میں آیا ہے: فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ، اس لیے قرآنِ پاک پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے خصوصی طور پر یاد فرماتے ہیں۔ یہ ذکر جو بواسطہ تلاوت ہوگا اس میں ایک اور خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی آواز پر کامل طور متوجہ ہوتے ہیں جیسا کہ حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ "اللہ جل شانہٗ قاری (تلاوت کرنے والے) کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی کا گانا سُن رہا ہو"

○ اس بیان سے واضح ہو گیا کہ تلاوتِ قرآن سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور معیّت اور حضوری حاصل ہوتی ہے اور حاصل شدہ میں ترقی سب سے زیادہ تلاوت (نماز ہی سے ہوتی ہے بشرطیکہ نماز میں حقیقت اور روح ہو، اور تلاوت مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھ کر کی جائے، یہ امور طریقۂ تلاوت کو سیکھنے کے لیے بطور مشق کے ہیں:۔

① سب سے پہلے تلاوت کے لیے کسی پاک صاف اور تنہائی کی جگہ کو متعین کیا جائے جہاں پر مصحف شریف اُونچی جگہ پر رکھا ہو۔

② پھر غسل کرکے یا کم از کم تازہ وضو کرکے خوشبو لگا کر مصحف شریف کے سامنے قبلہ رو بیٹھے اور قرآن شریف کھولنے سے پہلے دو تین منٹ یہ تصور کرے کہ یہ میرے اللہ کا کلام ہے جو میرے محبوب کی صفت قدیم ہے جو محبوب سے الگ نہیں اور میرے آقا و مالک کا فرمان ہے، یہ کلام مبارک مصحف شریف کے واسطے سے اس وقت میرے ہاتھ میں ہے، اس وقت خدا کے کلام کی بڑائی اور اپنی ذلت کا تصور کرے اور سوچے کہ میں باوجود اپنی انتہائی ذلت اور بے مائیگی کے جب چاہوں اسے زبان پر جاری کرکے اپنے محبوب سے ایک نسبت اور معیت حاصل کر سکتا ہوں اور بوقت تلاوت ایسا کہ مالک اور محبوب کی دستار کا سرا یا دامن ہاتھ میں آگیا اور وہ میری طرف متوجہ ہے، اسکی محسوس مثال بیت اللہ شریف کا پردہ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں آہ و زاری کرتے وقت خوب سمجھ میں آتی ہے۔

③ دو تین منٹ اسی بات کو سوچنے کے بعد محبت اور ادب کے ساتھ پڑھنا شروع کر دے، اس پڑھنے کے دوران اپنے دل کی طرف متوجہ ہو کر تلاوت کی آواز کو اس طرح سُنے جیسے اللہ تعالیٰ کی آواز سُن رہا ہے جو کہ جسم سے نکل رہی ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام درخت سے اللہ تعالیٰ کی آواز کو سُنتے تھے اس طرح اپنے آپ کو شجرِ موسوی خیال کرتے ہوئے الفاظ کو سُنے، غرض یہ کہ اپنے بولنے کا اور اپنی آواز ہونے کا دھیان نہ رہے یعنی خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز کان میں پڑ رہی ہے اور اس صفت

کلام کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی معیّت بلاکیفیت مجھے حاصل ہوگئی ہے۔

۴) اس تلاوت کی مشق کے وقت قواعدِ تجوید اور معانی کا تدبّر وغیرہ پر غور نہ کرے اگرچہ تجوید وتدبّر وغیرہ اشد ضروری امور کو مشق کے علاوہ دوسرے اوقات میں ضرور حاصل کرے صرف اس مشق میں تھوڑی سی تلاوت میں مندرجہ بالا تصوّرات ہی کو ملحوظ رکھے کیونکہ ذہن ایک وقت میں مختلف امور پر کامل توجہ نہیں دے سکتا۔

۵) جب اس طرح تلاوت کرنے کی ایسی مشق ہوجائے کہ معیّت الٰہی اور کلام الٰہی کی عظمت اور محبّت کے تصوّرات کا ملکہ حاصل ہوجائے تو تدبر وغیرہ کو بھی اپنی تلاوت میں شامل رکھے، اس وقت آیاتِ رحمت کی تلاوت پر دِل میں خوشی و سُرور پیدا کرے، اسکی طلب میں قلبی دُعا بھی کرے جی چاہے تو کبھی اس مضمون کا تکرار بھی کرے، اسی طرح آیاتِ عذاب کی تلاوت کے وقت دِل میں اللہ کا خوف پیدا کرے اور دِل سے محفوظ رہنے کی دُعا کرے، اس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں توحید، یقین، توکّل کے مضامین کا اثر ہے۔

۶) جب تک مندرجہ بالا امور پر عمل اور مشق پختہ ہوکر ملکہ نہ بن جائے اس وقت تک اس طرح کی تلاوت کی مقدار بہت کم رکھے، اگر کسی کا تلاوت کا معمول زیادہ ہو تو اُسکو دوسرے وقت میں پورا کرتا رہے۔

۷) نہایت ضروری اَمر جو طریقہ نماز میں بھی بیان ہوچکا کہ نماز اور تلاوت میں اس طرح کی پوری کوشش کرلینے کے بعد اپنے کو آدابِ تلاوت کا کما حقہٗ ادا کرنے والا نہ سمجھ بیٹھے بلکہ اس کوشش میں کامیابی کی علامت

یہ ہے کہ عظمت اور معرفت الٰہی اور استحضار کے بڑھانے کی وجہ سے اپنے کو پہلے سے زیادہ خطا کار کوتاہ کار سمجھنے لگ جائے، اگر یہ بات پیدا نہیں ہوتی تو سمجھ لے کہ وہ اس مشق کے کرنے کا اہل نہیں ہے۔ کیونکہ شروع ہی میں یہ عرض کر دیا گیا ہے کہ یہ مشق اُنہی لوگوں کے لیے ہے جو ذکر شغل اور اولیاء اللہ کی صحبت وغیرہ کسی طریقہ سے بھی اپنے قلب کی اصلاح اور حصولِ معرفت میں مشغول ہونگے۔ تلاوت ختم کرنے کے بعد یہ ماثورہ دُعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ
الْعَظِیْمِ وَاجْعَلْهُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًی وَّرَحْمَةً
اَللّٰھُمَّ ذَكِّرْنِیْ مِنْهُ مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ
وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ
لِیْ حُجَّةً یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے کلامِ پاک کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے فیوض سے نوازے،

آمین

بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

برحمتك یا ارحم الرّاحمین ○

قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون
بے شک کامیابی کو پہنچ گئے وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں

فضائلِ نماز

جس میں

حضرت مولانا الحافظ الحاج محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ

کے ارشاد سے

حضرت مولانا الحاج الحافظ المحدث محمد زکریا صاحب

شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے

وہ حدیثیں جمع فرمائی ہیں جن میں نماز پڑھنے کی فضیلت، نماز چھوڑنے کا عذاب، جماعت کے ثواب اور اس کے ترک کی سزائیں آئی ہیں۔ ہر مضمون کے مناسب بزرگوں کے ذوق و شوق کے واقعات بھی درج فرمائے ہیں۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ (الحدیث)

اکابر کا سلوک و احسان

ازافادات

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

تصوف کی حقیقت، سلوک کے موانع، آداب مریدین کی وضاحت

مقدمہ

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

مرتبہ

محمد اقبال ہوشیارپوری عفی عنہ مدینہ منورہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لِكُلِّ شَيْءٍ عَلَمٌ وَعَلَمُ الْإِيْمَانِ الصَّلٰوةُ
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر چیز کے لیے ایک نشانی ہے
اور ایمان کی نشانی نماز ہے"

آئینۂ نماز

مؤلفہ
حضرت مولانا سعید احمد صاحب
مفتئ اعظم مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور

جس میں
پنج وقتہ فرائض۔ اشراق۔ چاشت۔ اوابین۔ تہجد۔ استخارہ۔ سورج گرہن و چاند گرہن۔ تراویح۔ جمعہ۔ عیدین۔ جنازہ وغیرہ کی نمازوں کے مسائل کے ساتھ ساتھ وضو۔ غسل تیمم۔ مُردے کے غسل کا طریقہ۔ دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا طریقہ اور ادعیۂ ماثورہ کو بیان کیا گیا ہے۔ ہر مسلمان مرد اور عورت کی اہم ضرورت ہے۔

ناشر۔ مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد۔ کراچی ۵

قال اللہ تبارک وتعالیٰ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

تعلیم الاسلام

حصہ اول تا چہارم

مؤلفہ
حضرت علامہ مفتی اعظم مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد کراچی